مروجہ عقد اجارہ فقہی تحقیق کی روشنی میں

مولانا مفتی اقبال حسین صابری

دارالافتاء والارشادجامعہ فاطمۃ الزہراء راولپنڈی.

اجارہ کی لغوی تعریف:

لغت میں اجارہ کااطلاق عمل کے بدلے میں کسی کوکچھ عوض اداکرنے پرہوتا ہے،اَجَرَ باب ضرب یضرب سے آتا ہے،اس کامضارع یأجُر آتا ہے، اس وقت اس کے معنی ہوں گے کسی کواس کے عمل کی جزاء دینا، باب مفاعلہ سے بھی آتا ہےاس وقت اسکے معنی ہونگے باہم اجارہ کامعاملہ کرنا۔

اجارہ کی اصطلاحی تعریف:

احناف کےنزدیک عقد اجارہ کی تعریف یہ ہے۔

الاجارۃ ھی بیع منفعۃ معلومۃ باجرمعلوم . (بحرالرائق جلد۷ صفحہ نمبر۲۹۷) .

ترجمہ: متعین اجرت کے بدلے میں متعین منفعت کی بیع کواجارہ کہاجاتا ہے۔

اجارہ کا ثبوت قرآن سے:

قالت احداھما .... الخ . (سورۃ القصص آیت نمبر26-27) .

ان دونوں میں سےایک لڑکی نے کہااےاباجان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے۔

اجارہ کاجوازقرآن کریم کی روشنی میں قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید"**قالت احداھما یاابت استأجرہ ان خیرمن استأجرت القوی الامین قال انی ارید ان انکحک إحدی ابنتی ھاتین علی أن تاجرنی ثمانی حجج**"۔

ترجمہ: ان دونوں میں سےایک لڑکی نے کہااباجان ان کونوکررکھ لیجئے، کیونکہ اچھانوکروہ شخص ہے جومضبوط ہواور امانت داربھی ہو،(ان دونوں کی صفتیں ہیں کیونکہ قوت انکے پانی کھینچنے سےاورامانت ان کے برتاؤ سے ظاہرہوتی ہے اس پر) وہ بزرگ موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ میں چاہتاہوں کہ اس شرط پرتم آٹھ سال نوکری کروکہ ان نوکری کابدلہ وہی نکاح ہے حاصل یہ کہ آٹھ سال کی خدمت اس نکاح کامہرہے۔

تشریح:- قرآن کریم کی ان آیات اجارہ کے جوازپراستدلال اس طرح کیاجاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کے چرانے کامعاملہ اجرت معلومہ کےساتھ کیااورآٹھ سال کی خدمت وملازمت کونکاح کامہرقراردیاگیا۔

احادیث مبارکہ سے اجارہ کا جواز:

عن عائشةؓ فی خبر الهجرة قالت: واستأجره النبیﷺ وابوبکر رجلا من بنی الدیل هادیا خرئیتا وهو علی دین کفار قریش فدفعا الیه راحلتیهما ووعداه غار ثور بعد ثلاث لیال ماهما جراحلتیهما صبح ثلاث.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں ہجرت کے واقعے میں کہ نبی کریمﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قبیلہ دیل کے ایک شخص کو جو کہ ایک ماہر رہبر تھا اُجرت پر لیا تھا اور وہ شخص کفار و قریش کے دین پر تھا ان دونوں حضرات نے اپنی سواریاں اسکے حوالے کر دی تھی اور تین راتوں کے بعد صبح سویرے ہی سواریوں کے ساتھ غار ثور پر ملنے کی تیاری کی تھی۔

اس حدیث شریف سے اجارہ کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ نبی کریمﷺ نے راستہ معلوم کرنے کیلئے ایک ماہر رہبر کو اجرت پر لیا تھا تاکہ وہ مدینہ طیبہ تک کا راستہ بتادے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریمﷺ نے پچھنے لگوانے اور آپ نے حجام کو اسکی اجرت عنایت فرمائی نبی کریمﷺ کے اجرت دینے سے اجرت کا جواز بالکل صحیح ہے۔

عن ابی هریرةؓ عن النبیﷺ قال قال الله تعالی ثلاثة انا خصمهم یوم القیامة رجل أعطی بی ثم غدر ورجل باع حراً فأکل ثمنه ورجل استأجر اجیرا فاستوفی منه ولم یعطه آجره.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ قیامت کے دن میں تین آدمیوں کا دشمن بنوں گا ایک وہ شخص جو میرا نام لے کر عہد کرے اور پھر توڑ دے دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد آدمی کو فروخت کر کے اسکی قیمت کھائی اور ایک وہ شخص جس نے کسی مزدور کو اجرت پر لیا اس سے کام تو پورا لیا مگر اجرت نہ دی۔

اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مزدور کو کام کی تکمیل پر اُجرت ضرور ادا کرنی چاہیے اور ادا نہ کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالی نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اس سے اجارہ کے جواز پر دلیل بالکل واضح ہے اگر اجارہ جائز نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی اجرت نہ دینے پر ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے۔

اجماع سے اجارہ کا ثبوت:

قال الکاسانی:

واما الاجماع فان الامة اجمعت علی ذلک قبل وجود الاصم حیث یعقدون عقد الاجاره من زعف الصحابة الی یومنا هذا من غیر نکیر فلایعبأ بخلافه إذهو خلاف الاجماع وبه تبین ان القیاس متروک لأن الله تعالی انما شرع العقود لحوائج العباد وحاجتهم إلی الاجار قماسهم . (بدائع).

ترجمہ: علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ ابوبکر الاصم سے پہلے پوری امت کا اس بات پر اجماع تھا کہ عقد اجارہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے لے کر آج تک بغیر کسی نکیر کے چلا آ رہا ہے لہذا اس اجماع سے اختلاف کرنے والے کا کوئی اعتبار نہیں اسی سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قیاس اس جگہ متروک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے حوائج کی وجہ سے عقود کو مشروع کر رکھا ہے اور اجارہ کی حاجت اور ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔

وذکر بعض المشائخ ان الاجارۃ نوعان: اجارۃ علی المنافع واجارۃ علی الاعمال (بدائع)

بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ اجارہ کی دو قسمیں ہیں۔

(1) اجارہ علی المنافع (2) اجارہ علی الاعمال۔

مزدوری یا اجارہ کا تعلق ملازمت کا تعلق اجارۃ العمل سے ہے۔

فقہاء نے اجیر کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

(1) اجیر خاص (2) اجیر عام۔

علامہ علاء الدین الحصکفیؒ لکھتے ہیں:

الاجراء علی ضربین المشترک وخاص فالاول من یعمل لالواحد کالخیاط ونحوہ اویعمل لہ عملاغیرموقت . (درمختار) .

اجیر خاص جو کسی ایک کیلئے کام نہ کرے جیسا کہ درزی یا غیر موقت کام کرے:

والثانی ھوالاجیرالخاص وسمیٰ اجیر وحد وھو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص ویستحق الأجربتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل کمن استوجرسھرا للخدمۃ. (درمختار).

اجیر خاص وہ مزدور یا غلام ہے جو کسی ایک کیلئے کام کرے اور اس کام کا وقت بھی مقرر ہو تو وہ اپنے آپ کو حوالے کرنے سے اجرت مزدوری کا مستحق ہوگا چاہے وہ کام کرے یا نہ کرے۔

مزدور یا غلام کا تعلق اجیر خاص کے ساتھ ہے اسلئے ہم سب سے پہلے اجیر خاص کے متعلق چند ضروری قواعد بیان کریں گے اسکے بعد انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل سے جائز اور ناجائز ملازمتوں کو بیان کریں گے۔

(1) اجیر خاص ملازمت کے اوقات میں کوئی اور کام نہیں کر سکتا مثلاً زید نے کسی آدمی کو نوکر رکھ لیا اور وقت اور تنخواہ مقرر ہوگئی، اب اسی ملازم کیلئے لازمی ہے کہ ملازمت کے وقت میں اور کوئی کام انجام نہ دے نہ ہی یہ وقت فضول ضائع کرے بلکہ یہ خود جو کام اسکے ذمے ہے اسکو پورا ادا کرے اسلئے کہ یہ وقت اب اس نے زید کے حوالے کر دیا ہے اس میں کوئی اور کام کرنا جائز نہیں ہے۔

(2) اگر مالک اس سے کام نہ کرائے ویسے ہی بٹھائے رکھے تب بھی ملازم تنخواہ کا حقدار ہے اور مالک اسکو پوری تنخواہ دے گا۔

مالک نے اگر اس سے کام نہیں لیا تو اس میں مالک کا قصور ہے ملازم کو تنخواہ پوری ملے گی۔

علامہ ابن نجیم حنفیؒ لکھتے ہیں کہ:

الاجیر الخاص یستحق الأجر بتسلیم نفسه فی المدة عمل اولم یعمل.

اجیر خاص اجرت لے گا جب اپنے آپ کو حوالے کردے کام کرے یا نہ کرے۔

(3) ملازم کو ہر حال میں تنخواہ ملے گی چاہے مالک اس سے کام لے یا نہ لے لیکن اگر کوئی عذر پیش آ گیا اور ملازم ملازمت پر نہ جاسکا مثلاً بارش ہوگی یا ملازم بیمار ہوگیا تو اس صورت میں ملازم تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا اور مالک کو اختیار ہے کہ جتنے دن عذر کی وجہ سے چھٹی کی ہے اتنے دنوں کی تنخواہ کاٹ لے البتہ بعض اداروں میں اور دکانوں میں اجارہ کے معاہدے میں دونوں اطراف سے یہ بات طے کی جاتی ہے کہ ملازم یا مزدور کو اتنے ایام کی رخصت علالت مع تنخواہ اور اتنے ایام کی رخصت اتفاقیہ مع تنخواہ دی جائے گی اگر یہ بات طے کرلی ہو تو پھر عذر ہونے کے باوجود بھی مفید مدت تک رخصت پر بھی تنخواہ ملے گی۔

(4) ملازم اس ملازمت کے اوقات میں اس کام کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کرسکتا مثلاً ایک آدمی پی ٹی سی ایل کمپنی میں ملازم ہے اور روزانہ آٹھ گھنٹے اسکی ڈیوٹی ہے تو ان آٹھ گھنٹوں میں وہ کوئی اور کام نہیں کرسکتا اگر اس کام کے علاوہ مزدوری پر اور کوئی کام کرے تو جتنا وقت کام کیا ہے، اتنے وقت کی تنخواہ اس کیلئے حلال نہیں کمپنی والے کم کرسکتے ہیں اسکی تنخواہ۔ اور اس پر لازم ہے کہ وہ اتنی تنخواہ مالک کو واپس کردے۔

قال فی الدر المختار ولیس للخاص ان یعمل لغیره ولو عمل نقص من اجرته بقدر ماعمل.

کیا اجیر خاص کام کے اوقات میں نوافل پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

چونکہ اللہ تعالیٰ نے نفلی عبادات کا بہت ثواب رکھا ہے اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اجیر خاص اوقات ملازمت میں نفلی عبادت کرسکتا ہے یا نہیں۔

علامہ شامی نے فتاوی شامی میں فرمایا ہے کہ اجیر خاص کیلئے کام کرنے کے اوقات میں نفلی عبادت کرنا جائز نہیں ہے البتہ اوقات کار میں فرائض اور سنت مؤکدہ ادا کرے گا۔

علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔

ولیس للخاص من ان یعمل لغیره بل ولا ان یصلی النافلة قال فی التاتارخانیة : وفی الفتاوی الفضلی واذا استأجر رجلا یوما یعمل کذا فعلیه ان یعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولایشتغل بشئ آخر سوی المکتوبة وفی فتاوی سمرقند وقد قال بعض مشایخنا أن یودی نفلا و علیه تقوی.

ترجمہ: اور اجیر خاص کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کا کام کرے بلکہ اس کیلئے نفلی نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے 'تاتارخانیہ'

میں فرمایا کہ فتاوی فضلی میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کو ایک دن کام کیلئے اجرت پر لے تو اجیر کیلئے لازم ہے کہ وہ کام کوٹ شدہ مدت کے اندر مکمل کرے اور فرض نمازوں کے علاوہ کسی اور کام میں مشغول نہ ہو۔

مسئلہ:

ملازم کیلئے نماز پنجگانہ مع سنتوں کے اور نماز جمعہ وعیدین اور ان کے مقدمات جیسے غسل اور وضو استنجاء وغیرہ اور مسجد میں حاضری وغیرہ سارے کام کرنا ملازمت کے دوران ان سب کی اجازت ہے ان سے روکنا جائز نہیں ہے ان سے روکنے کیلئے شرط لگائے تو اس شرط کو ماننا جائز نہیں ہے کیونکہ آقا کا ہر وہ حکم جو حکم الٰہی کے مقابل ہو اس کو ماننا جائز نہیں (عطر ہدایہ 2540) اور فتاوی سمرقند میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسکو سنن کی ادائیگی کی بھی اجازت ہے اور تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اجیر خاص نوافل نہیں ادا کرسکتا اور اسی پر فتوی ہے۔ اس عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اجیر خاص کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنے کام کو متعینہ وقت میں انجام دے اور کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو البتہ وہ فرائض اور سنن ادا کرسکتا ہے اس کیلئے نفلی نماز مفتی بہ قول کے مطابق جائز نہیں۔

اجیر خاص سے متعلق عبادات کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اسے اوقات کار میں نفلی نماز کی بھی اجازت نہیں ہے حالانکہ نوافل عظیم الشان عبادت ہے اسکے باوجود اجیر خاص کو اوقات کار میں اس سے منع فرمایا ہے تو پھر اجیر کیلئے دوسرے کام کرنے اور وقت پورا نہ دینے کی تو لامحالہ اجازت نہ ہوگی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ملازم حضرات وقت پورا نہیں دیتے یا کسی اور کام میں مشغول ہوجاتے ہیں یہ سراسر ناجائز اور غلط ہے بہت سارے ملازم پیشہ حضرات کام کے اوقات میں دفتر یا ادارہ میں تو رہتے ہیں لیکن جو کام انکے سپرد کیا گیا ہے اسے انجام نہیں دیتے بلکہ ادھر اُدھر وقت ضائع کرتے ہیں یا باتوں میں لگے رہتے ہیں یہ حرام ہے۔

صلاحیت کا معیار:

ملازم دو طرح کے ہوتے ہیں ایک انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے یعنی جن کا کام ذہنی محنت، تنظیم اور منصوبہ بندی ہے دوسرے جسمانی محنت کرنیوالے جنہیں عرف عام میں مزدور کہا جاتا ہے قرآن مجید نے ان دونوں طرح کے کارکنوں کی صلاحیت کا معیار اصولی طور پر بتا دیا ہے۔

قسم اول کا معیار سورۃ یوسف میں سامنے آتا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کی پاکبازی اور امانت داری اہل دربار اور بادشاہ مصر پر واضح ہوگئی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لایا جائے تاکہ میں ان کو اپنے سرکاری کاموں کیلئے خاص کرلوں آپکو اعزاز کے ساتھ جیل خانے سے لایا گیا اور باہمی گفتگو سے یوسف کی صلاحیتوں کا مزید اندازہ ہوگیا کہ تو بادشاہ نے کہا کہ

انک الیوم لدینا حکیم امین۔

پھر بادشاہ نے اپنے خواب کی تعبیر آپ سے براہ راست تفصیل سے سنی اور پوچھا کہ اتنے بڑے سات سالہ قحط میں معاشی

اور مالیاتی امور کا انتظام اور منصوبہ بندی بڑا بھاری کام ہے یہ انتظام کس کے سپرد کیا جائے آپ نے فرمایا:

اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم.

مجھے ملکی خزانوں پر مقرر کر دیجئے میں ان کی حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور آمد و خرچ کے انتظام اور اس کے حساب و کتاب کے طریقوں سے بھی خوب واقف ہوں قرآن حکیم نے تین لفظوں امین - حفیظ - علیم میں ان تمام اوصاف کو جمع کیا جو ایک انتظامی عہدے دار خصوصاً مالیاتی امور کے منتظم میں ہونے چاہئیں کیونکہ سب سے پہلی ضرورت تو اسکی ہے کہ وہ امین یعنی امانت دار ہو جس میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ قول و فعل کا سچا ہو، اور اپنے فرائض منصبی کو دیانتداری، خیر خواہی اور احساس ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنے میں دانستہ کوتاہی کرنیوالا نہ ہو دوسری صورت یہ ہے کہ وہ حفیظ یعنی حفاظت کرنیوالا ہو کہ اپنے زیر انتظام وسائل اموال اور ساز و سامان کو ضائع یا خراب نہ ہونے دے اور فرائض منصبی کے سلسلے میں جو اسکے پاس آئیں انکی پوری حفاظت کر سکے تیسری صورت یہ ہے کہ وہ علیم ہو یعنی فرائض منصبی کیلئے جن علوم و فنون کی ضرورت ہے ان کا حامل ہو وسائل اور اموال کو جہاں جس قدر خرچ کرنا ضروری ہے اسکا صحیح اندازہ کرنا تاکہ ضرورت کے مواقع میں کوتاہی نہ کرے اور مقدار ضرورت سے زائد خرچ نہ کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قسم اول یعنی انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے کارکنوں اور عہدے داروں کیلئے صلاحیت کا معیار یہ ہے کہ وہ امانتدار، حفاظت دار، متعلقہ علوم و فنون کے حامل ہو اور قسم دوم کے کارکنوں یعنی جسمانی محنت کرنیوالوں کا معیار صلاحیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بیان ہوا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک صاحبزادی نے اپنے والد بزگوار کو مشورہ دیا کہ اے ابا جان آپکو آدمی کی ضرورت ہے آپ ان (موسیٰ) کو رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر وہ ہے جو مضبوط اور امانتدار ہو ان کی صاحبزادی کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت کی بات جاری فرمائی کہ بہتر چیز وہ ہے جسمیں دو صفات ہوں ایک کام کی قوت و صلاحیت دوسری امانتداری معلوم ہوا مطلوبہ جسمانی قوت اور امانتداری کے بغیر کوئی اجیر اچھا اجیر نہیں ہو سکتا۔ یہاں یہ بات خصوصی توجہ طلب ہے کہ دونوں قسم کے کارکنوں کی باقی مطلوبہ صفات تو مختلف ہیں لیکن امانتداری کی صفت کو دونوں جگہ معیار کے طور پر ذکر کیا گیا ہے معلوم ہوا کہ امانتداری ہر قسم کے کارکن عہدیدار ملازم اور مزدور میں ہونی چاہیئے۔

قرآن پاک میں جگہ جگہ امانتداری کی بڑی تاکید آئی ہے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایسا کم ہوگا کہ رسول اللہؐ نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور اسمیں یہ بات ارشاد نہ فرمائی ہو۔ (**لا ایمان لمن لا امانة له و لا دین لمن لا عهد له**)۔

آنحضرتؐ نے منافق کی تین نشانیاں بیان فرمائی کہ (**و اذا ائتمن خان**) جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

آجکل عہدوں اور ملازمتوں کیلئے دوسری صلاحیتوں اور ڈگریوں کو تو دیکھا جاتا ہے مگر دیانت اور امانت کی طرف توجہ نہیں کی جاتی، اسکا نتیجہ ہے کہ رشوت خوری اقرباء پروری، کام چوری، احساس ذمہ داری کے فقدان اور طرح طرح کی بدعنوانیوں کے باعث ہمارے سرکاری اداروں میں کارکرگی کا کوئی معیار باقی نہیں رہا اور تجارتی و صنعتی اداروں میں بھی ہر معیار تیزی سے گر رہا ہے۔ پاکستانی تجارت

دنیا بھر میں بدنامی کا سامنا کر رہی ہے ہمارے تعلیمی ادارے اور ذرائع ابلاغ نہ صرف یہ کہ امانت و دیانتداری کو پروان نہیں چڑھا رہے ہیں بلکہ رہی سہی امانت و دیانت کا بھی بیچ مار دینے پر تلے نظر آ رہے ہیں پھر کرپشن ہی ہماری شناخت بن کر رہ گئی ہو تو تعجب کیوں ہو۔

کوٹہ سسٹم کے بجائے صلاحیت:

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں ملازمت اور مزدوری میں کوٹے کا اصول نہیں بلکہ جیسا کہ آگے والی آیات واحادیث سے مزید وضاحت ہو جائیگی مدار اہلیت وصلاحیت پر رکھا گیا ہے یہ نہیں کہ کوئی نااہل آدمی آکر مطالبہ کرے کہ میں چونکہ فلاں علاقے کا باشندہ ہوں اسلئے مجھے فلاں ملازمت پر ضروری لگائیے ورنہ آپ ظالم ہوں گے آجکل جو کوٹہ سسٹم پاکستان کے بعض علاقوں میں رائج ہے نافذ ہے کہ مختلف علاقوں کیلئے ملازمتوں کے کوٹے مقرر ہیں ایک علاقے کا آدمی کتنا ہی غلط کار نااہل ہو اسلام میں اسکا کوئی تصور نہیں اگر کوئی شخص صلاحیت میں دوسرے امیدواروں کے مقابلے میں ناقص ہے تو پھر یہ ناانصافی کی بات ہے کہ وہ پھر بھی اسی جگہ ملازمت پر اصرار کرے یانتداری کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اسکے بجائے کوئی دوسرا کام دیکھے متعلقہ سرکاری حکام پر اونچی شعبے کے ان تمام بااختیار ذمہ داروں پر بھی جو اپنے اداروں کی تنہا مالک نہیں شرعاً لازم ہے کہ وہ ساری تقرریاں اہلیت امانتداری ہی کی بنیاد پر کریں خواہ امیدوار کسی بھی علاقے کے باشندے ہوں اوپر کی مثالوں میں بھی حضرت یوسفؑ کو مصر کا وزیر خزانہ بنایا گیا بعد میں تو سارے شاہی اختیارات بھی انکے حوالے کر دیئے گئے تھے حالانکہ مصر انکا اصلی وطن نہیں تھا خلاصہ یہ ہے کہ تقرر کرنیوالے حکام اور افسران کا دینی فریضہ ہے کہ وہ مقامی اور غیر مقامی کے امتیاز کے بغیر ساری تقرریوں میں اہلیت واقتداری ہی کو معیار بنائیں ذاتی مفاد، ذاتی پسند یا کسی قسم کے تعصبات یا کسی سفارش کو اس اہم فریضے کی ادائیگی میں حائل ہونے دینگے اسلئے کہ تقرر کرنیکا یہ اختیار بھی ایک امانت ہے اسمیں خیانت کرنا اور باصلاحیت لوگوں کے ہوتے ہوئے نااہلوں کو مسلط کر دینا ان تمام لوگوں پر ظلم ہے جسکے حقوق اس ادارے سے وابستہ ہے اس سلسلے میں قرآن وسنت کی چند ہدایات یہ ہیں قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ:

ان اللہ یأمر کم ان تؤدو الامانات الی اھلھا.

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو انکی امانتیں پہنچادو اس آیت کا نزول ایک اہم عہدہ سپرد کرنے ہی کے واقعے پر نازل ہوا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کعبہ مکرمہ کی خدمت کو اسلام سے پہلے بھی بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا چنانچہ بیت اللہ کی مختلف خدمتیں باصلاحیت لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہیں اور جو لوگ بیت اللہ شریف کی کسی خاص خدمت کیلئے منتخب ہوتے تھے وہ پوری قوم میں معزز ممتاز سمجھے جاتے تھے زمانہ جاہلیت سے ایام حج میں حجاج کرام کو زمزم پلانے کی خدمت آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ کو سپرد تھی جس کو سقایہ کہا جاتا ہے بعض حدیثیں آنحضرتؐ کے دوسرے چچا ابوطالب کے سپرد تھیں اسی طرح بیت اللہ کی کنجی رکھنا اور مقررہ ایام میں کھولنا بند کرنا عثمان بن طلحہؓ سے متعلق تھی۔

حضرت عثمان بن طلحہؓ کا اپنا بیان ہے کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو رسول اللہؐ نے مجھے بلا کر بیت اللہ کی کنجی طلب فرمائی آپ بیت اللہ

تشریف لے گئے اور وہاں نماز پڑھ کر باہر تشریف لائے تو کنجی واپس کرتے ہوئے فرمایا لو اب یہ کنجی مجھے واپس کرتے ہوئے فرمایا اب یہ کنجی تمہارے ہی خاندان کے پاس رہے گی جو شخص تم سے یہ کنجی واپس لے گا وہ ظالم ہوگا اور ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرمائی کہ بیت اللہ شریف کی اس خدمت کے صلہ میں تمہیں جو مال مل جائے اسے شرعی قاعدے کے موافق استعمال کرو۔

حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ اس روز جب آنحضرتؐ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو یہ آیت کبھی بھی آپ سے نہیں سنی تھی ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت اسی وقت کعبہ میں نازل ہوئی تھی اسی آیت کی تعمیل میں آنحضرتؐ نے دوبارہ عثمان بن طلحہ کو بلا کر کنجی انکے سپرد فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان بن طلحہ ہی اسی منصب کے اہل اور مستحق ہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آیت کا شانِ نزول اگرچہ کوئی خاص واقعہ ہوا کرتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے جسکی پابندی پوری امت کیلئے ضروری ہوتی ہے اس جگہ یہ بات غور طلب ہے کہ قرآن حکیم نے یہاں لفظ امانات استعمال فرمایا ہے کہ جو امانۃ کی جمع ہے اس میں اشارہ ہے کہ امانت صرف یہی نہیں کہ کسی کا کوئی مال کسی کے پاس رکھا ہو جسکو عام طور پر امانت کہا اور سمجھا جاتا ہے بلکہ امانت کی کچھ اور بھی قسمیں ہیں جو احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً مشورے کا امانت ہونا اور راز کا امانت ہونا وغیرہ جو واقعہ آیت کے نزول کا ابھی ذکر کیا گیا خود اسمیں بھی کوئی مالی امانت نہیں۔

بیت اللہ کی کنجی کوئی مال نہ تھا بلکہ یہ کنجی خدمت بیت اللہ کے ایک عہدے کی نشانی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ منصب اور عہدے جتنے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں جسکے امین وہ حکام اور افسران ہیں جنکے ہاتھ تقرر اور معزول کرنے کے اختیارات ہیں جس طرح امانت صرف اسی کو ادا کرنی چاہیے جو اسکا مالک ہے کسی فقیر مسکین پر رحم کھا کر دوسرے کی امانت اسکو دے دینا جائز نہیں اسی طرح حکومت اور مشترک اداروں کے عہدے بھی امانتیں ہیں اور ان امانتوں کے مستحق صرف وہی لوگ ہیں جو اپنی صلاحیت کار اور قابلیت میں بھی اس عہدے کیلئے مناسب اور موجودہ لوگوں میں سے بہتر ہوں اور دیانت وامانتداری میں بھی ان پر فوقیت رکھتے ہوں انکے سوا کسی اور کو یہ عہدہ سپرد کر دینا خیانت ہے۔

چنانچہ جب حضرت ابوذر غفاریؓ عنہم نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ مجھے بھی کسی جگہ کا حاکم مقرر فرمالیں تو آپؐ نے یہ کہہ کر انکار فرمایا کہ:

یاابا ذرّ انک ضعیف وإنها امانة وإنها یوم القیامة خزی وندامة إلامن أخذها بحقها وأدی الذی علیه فیه.

ترجمہ: اے ابوذر! آپ ضعیف ہیں اور منصب ایک امانت ہے جسکی وجہ سے قیامت کے دن انتہائی ذلت ورسوائی ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے امانت کا حق پورا کر دیا ہو (یعنی وہ ذلت سے بچ جائیگا)۔

رسول اللہؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

من استعمل رجلا من عصابة وفیهم من هو ارضی الله منه فقد خان الله ورسوله والمؤمنین.

ترجمہ: جس نے کچھ لوگوں میں سے کسی ایسے شخص کو کوئی عہدہ سپرد کر دیا جس سے بہتر آدمی ان میں موجود تھا تو اس نے اللہ تعالیٰ

کی خیانت کی اور اسکے رسولؐ کی خیانت کی اور سب مسلمانوں کی۔ آج جہاں سرکاری اور نجی اداروں میں نظام کی ابتری نظر آتی ہے وہ سب قرآن وسنت کی اس تعلیم کو نظرانداز کردینے کا نتیجہ ہے کہ تعلقات سفارشوں اور رشوتوں سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل لوگ عہدوں پر قابض ہوکر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور سارا نظام برباد ہوجاتا ہے اور معاشرہ ظلم وفساد سے بھر جاتا ہے اسلئے جب ایک شخص نے رسول اللہؐ سے پوچھا قیامت کب آئے گی تو آپؐ نے فرمایا:

اذا ضیعت الأمانة فانتظر الساعة.

جب امانت کو ضائع کردیا جائیگا تو قیامت کا انتظار کرو۔

معلوم ہوا کہ نااہلوں کو عہدوں پر مسلط کردینا ایسی خطرناک اور دوررس خیانت ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے اصلاح وفساد کی توقع بے سود ہے صرف قیامت ہی کا انتظار کیا جاسکتا ہے ہاں اگر کوئی شخص کسی ادارے کا تنہا مالک ہے اپنی مرضی سے یا کمپنی کے تمام شرکاء باہمی رضامندی سے کسی بےصلاحیت آدمی کو مالی امداد پہنچانے کیلئے ملازم رکھ لیں تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں کیونکہ یہ انکا خالص ذاتی معاملہ ہے اور اپنی ملکیت تک محدود ہے جس کا ضرر کسی اور کو لاحق نہیں ہوتا پھر اس میں ایک کمزور ونادار انسان کی ایسی مالی اعانت ہے جس سے اسکی عزت نفس اور خودداری بھی محفوظ رہتی ہے ایسا احسان وایثار کا معاملہ شرعاً پسندیدہ ہے اور ملازم رکھنے والوں کیلئے بھی خیروبرکت کا باعث ہے رسول اللہؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ:

انما ترزقون وتنصرون بضعفائکم .

ترجمہ: اور تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق اور امداد تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ اور برکت سے ملتی ہے نیز سرکاری یا نجی اداروں میں ملازمت کے کئی امیدوار اگر اہلیت وصلاحیت میں مجموعی طور پر مساوی درجہ رکھتے ہیں پھر ان میں بعض کو ان کی زیادہ حاجت مندی کی بناء پر یا کسی خاص علاقے کے لوگوں کو مقامی ہونے کی بناء پر ترجیح دے دی جائے تو اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ ایسا کرنے میں بسااوقات بہت سی مصلحتیں بھی ہوتی ہیں مگر شرط یہ ہے کہ کام کی صلاحیت اور امانت ودیانتداری میں وہ دوسرے امیدواروں سے کم نہ ہوں۔

اجیر کے فرائض:

اجیر کیلئے مندرجہ ذیل امور کالحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(1) اجیر اپنا کام مکمل امانتداری کے ساتھ انجام دے اور اپنے فرائض منصبی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔

(2) اجیر میں اس کام کی اہلیت اور صلاحیت موجود نہ ہو تو یہ بھی دیانتداری کے خلاف ہے جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت شعیبؑ کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ القصص میں ارشاد فرمایا:

قالت احداهما یاابت استأجره ان خیر من استأجرت القوی الامین.

ترجمہ: ایک لڑکی نے کہا ابا جان! آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط ہو اور امانتدار بھی ہو۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں **ان خیر من استاجرت القوی الامین** کے تحت لکھتے ہیں۔

یعنی شعیبؑ کی ایک صاحبزادی نے اپنے والد سے عرض کیا کہ آپ کو گھر کے کاموں کیلئے ملازم کی ضرورت ہے آپ انکو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ ملازم میں دو صفتیں ہونی چاہیئے ایک کام کی قوت وصلاحیت دوسرے امانتداری ہمیں انکے پتھر اٹھا کر پانی پلانے سے انکی قوت وقدرت کا اور راستہ میں لڑکی کو اپنے پیچھے کر دینے سے امانتداری کا تجربہ ہو چکا ہے حضرت شعیبؑ کی صاحبزادی کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے بڑی حکمت جاری فرمائی آجکل سرکاری عہدوں اور ملازمتوں کیلئے کام کی صلاحیت اور ڈگریوں کو تو دیکھا جاتا ہے مگر دیانت وامانت کی طرف توجہ نہیں دی جاتی اسکا نتیجہ یہ ہے کہ عام دفتروں اور عہدوں کی کارروائی میں پوری کامیابی کے بجائے رشوت خوری اقرباء پروری کی وجہ سے قانون معطل ہو کر رہ گیا ہے کاش لوگ اس قرآنی ہدایت کی قدر کریں تو سارا انظام درست ہو جائے۔

(جاری ہے......)۔

اھل علم کی دلچسپی کے لئے مجلس التحقیق الفقھی کے مجلات

زیرِ ادارت : مولانا سید نسیم علی شاہ

(1) سہ ماہی " المباحث الاسلامیہ " (اُردو) :

سائنس وٹیکنالوجی کے تحقیقات وایجادات سے پیش آنے والے مسائل کا فقہی حل

اہم اور جدید مسائل پر مشتمل علمی، تحقیق کا حامل اور فکرِ اسلامی کا ترجمان

صفحات: 136 زرِ تعاون سالانہ: 240 روپے

(2) ششماہی " البحوث الاسلامیہ " (عربی) :

اہم اور جدید مسائل پر مشتمل پاکستان اور عالم اسلام کے جید علماء کی علمی تحقیق (عربی زبان میں)

صفحات: 136 زرِ تعاون: 200 روپے

برائے رابطہ: ناظم دفتر مجلس التحقیق الفقھی

جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان ڈیرہ روڈ بنوں

فون: 0092-928-331353 فیکس: 331355